حسینی انقلاب اور اسلامی بیداری

سید پیغمبر عباس عابدی
جامعۃ المنتظر نوگانواں سادات

حضرت محمد مصطفیؐ نے عرب کے جس منجمد اور بدحال معاشرے کو اسلامی تعلیمات سے متحرک اور فعال بنا کر حیات نو بخشی تھی بنی امیہ نے اسے وہیں پلٹا کر اسی طرح سے جامد اور بزدل بنا دیا تھا، لوگ ظلم وزیادتی اور ظالم کے خلاف زبان کھولنے سے ڈرنے لگے تھے، ظہور اسلام سے قبل لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ طاقت، اقتدار اور روپیہ پیسے کے ساتھ ساتھ لکڑی اور پتھروں سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے جھکتے تھے مگر بنی امیہ کے معاشرے میں لکڑی اور پتھروں سے تراشے ہوئے بتوں کے سامنے تو نہیں لیکن طاقت، اقتدار اور روپیہ پیسے کے سامنے جھکنا عام تھا۔ بنی امیہ کی سیاست نے معاشرے کو برباد کر رکھا تھا، رشوت کا جو سماج میں ہر برائی کی جڑ ہے، لین دین عام ہوگیا تھا۔ امام حسنؑ نے لشکر شام کے مقابلے کیلئے ۴ ہزار سپاہ کا کمانڈر ''حکم'' کو بنا کر شہر ''انبار'' کیلئے روانہ فرمایا تھا، یہ کمانڈر معاویہ کے درہم و دینار کی لالچ اور جھوٹے وعدوں میں آکر دو سو سپاہیوں سمیت معاویہ کے لشکر سے جا ملا تھا، پھر امام حسنؑ نے قبیلۂ بنی مراد سے ایک شخص کو معین کیا تھا، اسے بھی معاویہ نے ۵ ہزار درہم میں خرید لیا تھا۔۲؎ جھوٹی گواہی دینا اور لوگوں کو جھوٹے مقدموں میں پھنسانا عیب نہیں سمجھا جاتا تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فراموش کر دیا گیا تھا۔ لوگ حق بات زبان پر نہیں لاتے تھے، اُس زمانے میں امیر و غریب کے درمیان خلیج کافی وسیع ہوگئی تھی۔ مالداروں کو صاحب عزت سمجھا جاتا تھا اور غریبوں کا مذاق اڑایا جاتا تھا نیز بنی امیہ کے ذریعہ پھیلائے گئے قبائلی اور خاندانی تعصب اور قبیلہ پرستی نے مسلمانوں کو ان مقاصد تک بھی نہ پہنچنے دیا جس تک جانے کی اسلامی تعلیمات نے ترغیب دلائی تھی، ایسے معاشرے میں مرجۂ فرقے کے عقیدۂ ''جبر'' اور بنی امیہ کے ذریعہ اس کی مکمل حمایت ۳؎ نے اس معاشرے کو اور بھی زیادہ منجمد کر دیا تھا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ہر ظلم و ستم اور ناانصافی اور سماجی برائیوں کے سامنے ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے تھے اور انہیں ان سماجی برائیوں کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ معاشرے سے گناہ کا شعور بھی ختم ہوگیا تھا

جبکہ یہی شعور اگر زندہ رہتا تو معاشرے میں ایک اسلامی انقلاب کی بنیاد بن سکتا تھا۔ اس شعور کے مردہ ہوجانے کی وجہ سے جو مسلمان پوری انسانیت کا درد اپنے سینے میں رکھتے تھے اور دوسروں کے دکھ درد میں شریک رہتے تھے اموی سیاست کی وجہ سے قبیلہ پرست بن گئے تھے اور اپنے ہی قبیلے کے محدود دائرے میں مقید رہتے تھے اور زمانۂ جاہلیت کی طرح قبائلی اور خاندانی اختلافات تک محدود ہوکر رہ گئے تھے، اس بارے میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی تحریر کرتے ہیں:

''ایک اور عظیم تغیر جو اس دور ملوکیت میں رونما ہوا وہ یہ تھا کہ اس میں قوم، نسل، وطن اور قبیلہ کی وہ تمام جاہلی عصبیتیں پھر سے اُبھر آئیں جنہیں اسلام نے ختم کرکے خدا کا دین قبول کرنے والے تمام انسانوں کو یکساں حقوق کے ساتھ ایک امت بنایا تھا'' ۴

دور جاہلیت میں بھی یہی چیز کارفرما تھی جو بنی امیہ کے دور اقتدار میں دوبارہ زندہ ہوگئی تھی جس کی طرف معروف اہل سنت عالم مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اس طرح اشارہ کیا ہے کہ:

''دنیا کی بدقسمتی تھی کہ خلفائے راشدین کے بعد دنیا کی راہنمائی کے منصب جلیل پر وہ لوگ (بنی امیہ) حاوی ہوگئے تھے جنھوں نے اس کے لئے کوئی حقیقی تیاری نہیں کی تھی، خلفائے راشدین کی طرح اور خود اپنے زمانے کے بہت سے مسلمانوں کی طرح انہوں نے اعلیٰ دینی اور اخلاقی تربیت نہیں پائی تھی ان کا دینی، روحانی اور اخلاقی معیار اتنا بلند نہ تھا جو ملت اسلامیہ کے راہنماؤں کے شایان شان ہے، ان کے ذہن اور طبیعتیں عرب کی قدیم تربیت اور ماحول (دور جاہلیت) سے بالکلیہ آزاد نہیں ہوئی تھیں ۵

غرض اسلامی معاشرے کا وہ نظام جو سرور کائناتؐ نے قائم کیا تھا بنی امیہ نے بدل ڈالا، مسلمانوں کو اسلامی جمہوریت کے بجائے ملوکیت کے حوالے کردیا جو دینداروں کے لئے ناقابل برداشت تھا، اسی لئے امام حسینؑ نے اس نظام کے خلاف آواز بلند کی، ڈاکٹر محسن عثمانی تحریر کرتے ہیں کہ:

''اسلام کے اجتماعی نظام میں ملوکیت کے درآنے کے واقعہ کو ممکن نہ تھا کہ اہل دین کا ضمیر برداشت کرتا، اسلام کے نظام میں جو رخنہ پڑ گیا تھا اُسے پُر کرنے اور جو بگاڑ پیدا ہوگیا تھا اس کی اصلاح کے لئے سب سے پہلی کوشش حضرت

امام حسینؑ کی تھی" ٦

یہ تمام باتیں انقلاب امام حسینؑ کے لئے بہترین مجوز بن گئی تھیں کیونکہ یزید کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے یہ معاشرہ اس قدر بد حال ہوگیا تھا اور یہ بات بھی پوری طرح سب پر عیاں ہوگئی تھی کہ یزید مقام خلافت کا اہل نہیں ہے، لہٰذا یزیدی حکومت کے حامیوں کے لئے اس صورت میں ممکن ہی نہ رہ گیا کہ حسینی انقلاب کو رائے عامّہ کے سامنے "اقتدار کی جنگ" یا قتل امام حسینؑ کو یزید کی "خطائے اجتہادی" کے طور پر پیش کرسکیں۔

امام حسینؑ کی اس تحریک کا اثر سب سے پہلے شب عاشور آپ کے ساتھیوں میں دیکھا گیا، جس ماحول میں لوگ حق کی حمایت میں زبان کھولتے ہوئے ڈر رہے تھے اور یزید جیسے کو اپنے اوپر مسلّط کرلیا تھا، امامؑ کے ساتھی حق کی راہ میں جان دینے کی باتیں کررہے تھے،تاریخ نے امام حسینؑ کے ساتھیوں کا شب عاشور کا یہ جملہ محفوظ کرلیا کہ: "فقبّح اللہ العیش بعدک" یعنی پس خدا وند عالم آپ کے بعد زندگی خراب کردے۔ امام حسینؑ کے ساتھی یہ بھی کہہ رہے تھے کہ اگر ہمیں قتل کردیا جائے پھر زندہ کیا جائے، پھر ہمیں قتل کیا جائے اور ہمارے جسموں کو راکھ بنا کر ہوا میں اُڑادیا جائے اور اس عمل کو ۷۰/مرتبہ دہرایا جائے تب بھی آپؑ سے جدا نہیں ہوں گے جب تک آپؑ کی راہ میں اپنی جان قربان نہ کردیں۔ ۷ اور ایسا ہی ہوا اگلے روز یعنی عاشور کے دن امام کے ساتھیوں نے اپنے وعدے پورے کردیئے اور جب تک اِن کی جان میں جان رہی امامؑ پر آنچ نہ آنے دی۔

عاشور کے بعد تو انقلابات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا تھا اور سب سے پہلے انہی کوفیوں نے "سلیمان بن صرد خزاعی" کی سربراہی میں جان ہتھیلی پر رکھ کر آواز بلند کی جو بعض وجوہات کی بنا پر کربلا میں روز عاشور نہ پہنچ سکے تھے اور یہ لوگ تاریخ میں توابین کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ کئی ہزار افراد تھے جو لڑتے لڑتے سب کے سب شہید ہوگئے تھے،توابین کے انقلاب میں صرف شیعہ ہی نہیں تھے بلکہ وہ تمام لوگ بھی شامل تھے جو بنی امیہ کے ظلم وجور کی سیاست سے اُوب چکے تھے اور ایک مسلح قیام کے ذریعہ اسے برطرف کرنا چاہتے تھے، سلیمان بن صرد خزاعی کے رجسٹر میں بنی امیہ کی حکومت کے خلاف قیام کرنے والے ۱۶ ہزار افراد نے نام درج کرائے تھے،مگر موقع پر صرف ۵ ہزار ہی پہنچے اور مد مقابل شامی لشکر کی تعداد ۳۰ ہزار تھی ۸ جب کہ قیام امام حسینؑ سے پہلے جناب مسلم سے ۱۸ ہزار افراد نے بیعت کی تھی اور موقع پر ایک بھی موجود نہ تھا، اس لحاظ سے

۱۶/ہزار میں سے ۵/ہزار افراد کا کسی مقصد کیلئے گردنیں کٹا دینا بہت بڑی بات تھی اور یقیناً لوگوں میں یہ جذبۂ شہادت امام حسینؑ کے انقلاب کے بعد ہی پروان چڑھا۔

واقعۂ کربلا سے ۲۰ سال پہلے کی بات ہے کہ اسی اموی معاشرے میں جب امام حسنؑ کو افرادی قوت کی ضرورت پڑی تھی اور آپؑ نے اس مقصد سے ''نخیلہ'' میں کیمپ لگایا تھا تو لوگوں نے سستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا تھا تب آپؑ نے لوگوں کو یہ اختیار دیا تھا کہ اگر جنگ کرنا ہے تو تلواریں سونت لو اور اگر لڑنا نہیں چاہتے ہو تو مجھے اطلاع کر دو تو مجمع سے ''البقیة البقیة'' یعنی ہمیں زندگی چاہیئے، ہمیں زندگی چاہیئے کی آوازیں آنے لگی تھیں ۹۔

بہر حال! اور تو اور خود ظالم ابن زیاد کے دربار میں جہاں لوگوں کو زبان کھولنے کی قیمت سر دینا پڑتی تھی ''عبداللہ بن عفیف ازدی'' نے خبر شہادت امام حسینؑ سن کر ابن زیاد کے خلاف اُس وقت تک زبان سے جہاد کیا جب تک شہید نہ ہوگئے ۱۰۔ تاریخ طبری اور مروج الذہب میں ۵۰ سے زیادہ ایسے انقلابات کا تذکرہ موجود ہے جو کربلا کے بعد اسلامی معاشرے کی بدحالی اور غیر اسلامی سیاست کی وجہ سے رونما ہوئے، اس کے علاوہ گاندھی جی کی قیادت میں ہندوستان کا انقلاب، آیت اللہ العظمٰی امام خمینیؒ کی قیادت میں ایران کا اسلامی انقلاب اور جنوبی لبنان کے مٹھی بھر جیالوں کی اسرائیلی درندوں کے سامنے پامردی اور استقامت بھی حسینی انقلاب کی مرہون منت ہے، ان تمام انقلابات میں جو سب سے زیادہ کامیاب انقلاب رونما ہوا وہ ایران کا اسلامی انقلاب ہے، کیونکہ اس انقلاب نے صرف حکومت یا حاکم تبدیل نہیں کئے بلکہ معاشرے کے پورے ڈھانچے کو تبدیل کر کے رکھ دیا اور اب یہ انقلاب اسلامی اصولوں اور سیاست کی لیباٹری بن چکا ہے۔ اس انقلاب نے ثابت کر دیا ہے کہ عورتیں اسلامی حجاب میں رہتے ہوئے بھی مردوں کے شانہ بشانہ معاشرے کو ترقی کی راہ پر لے جانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہیں جس سے یورپ کے اسلامی حجاب کے خلاف سارے نعرے، دعوے اور پروپیگنڈے کھوکھلے ثابت ہوگئے ہیں، دوسرے یہ کہ ایران کے اسلامی انقلاب نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ دین اور سیاست کے اختلاط سے ہی معاشرے کا نظم ونسق صحیح طور پر برقرار رہتا ہے اور اس طرح اس انقلاب نے یورپ کے اس پروپیگنڈے پر بھی پانی پھیر دیا جو اسلام کے خلاف صدیوں سے چل رہا تھا، جب کہ معاشرے کی تمام مادی اور معنوی ضروریات کا خیال جس طرح اسلام نے رکھا ہے کسی مذہب نے نہیں رکھا اور اہل یورپ نے اپنے پروپیگنڈے کے زور پر

پورے عالم اسلام کے نوجوانوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنے کی کوشش کی تھی کہ حکومت چلانے کے لئے اسلام کے پاس ٹھوس اصول نہیں ہیں، مگر جیسے ہی ایران میں ۱۹۷۹ء میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا، اِس پروپیگنڈے کی خود بخود ہوا نکل گئی اور پورا عالم اسلام اس انقلاب کی طرف متوجہ ہوگیا اور اپنے اپنے ملکوں میں اسلامی جمہوری حکومتوں کی باتیں کرنے لگے اور اسی لئے ایرانی قیادت یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ ایران کے اسلامی انقلاب نے پورے عالم اسلام کو متاثر کیا ہے اور یہ انقلاب ایرانی سرحدوں سے عبور کرکے پورے عالم اسلام تک پہنچ چکا ہے جس پر عالم اسلام میں چلتی ہوئی بیداری کی لہریں اور تحریکیں گواہ ہیں۔

اس وقت عالم اسلام خاص طور پر عربی ممالک کی حالت یہ ہے کہ ان کی تہذیب وتمدن، اقتصاد وسیاست، تعلیم وتربیت غرض ہر چیز مغربی تمدن سے متاثر ہے جس سے معاشرے میں بے چینی یقینی بات ہے، عرب معاشروں کی یہ حالت ہے کہ وہاں غریبوں اور مالداروں کے درمیان خلیج روز بروز وسیع ہورہی ہے، بے روزگاری بڑھ رہی ہے، یہ بات نوجوان بھی سمجھنے لگے ہیں کہ یہود ونصاریٰ بالواسطہ ان پر حکومت کررہے ہیں اور گدی نشین حکمران انہیں کے پٹھو ہیں جو ان ممالک کی سیاست میں عوام کی حصہ داری برداشت نہیں کرتے، یہ کیسی ناانصافی ہے کہ تیل مسلمانوں کا، مگر اس پر اختیار امریکہ کا! معاشرہ مسلمانوں کا، مگر اس پر مرضی امریکہ کی چلے گی! پیسہ مسلمانوں کا مگر امریکی بینکوں میں رکھا جائے گا۔ سرزمین مسلمانوں کی مگر حفاظت امریکہ کرے گا! سونا چاندی مسلمانوں کا مگر اس سے فائدہ اٹھائے گا امریکہ! سمندر مسلمانوں کا مگر اس کی دیکھ بھال کرے گا امریکہ! قسمت مسلمانوں کی مگر فیصلہ کرے گا امریکہ! غرض سب کچھ مسلمانوں کا ہوتے ہوئے بھی گدی نشین ملکوں میں مسلمان بے بس ولاچار ہیں، نہ یہ زبان کھول سکتے ہیں، اور نہ اپنی مرضی سے زندگی گزار سکتے ہیں۔ ان لوگوں پر طرح طرح کی پابندیاں ہیں، تیونس سے انقلاب کی لہر انہی ناانصافیوں اور زیادتیوں کے خلاف شروع ہوئی تھی جس نے دیکھتے ہی دیکھتے مصر، لیبیا، بحرین وغیرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور یہ انقلابی ہوائیں سعودی عرب تک پہنچ گئی ہیں، چونکہ عرب نوجوانوں کی سمجھ میں حسینی انقلاب آنے لگا ہے لہٰذا بلا تفریق مذہب تمام نوجوان ظالموں، جابروں، ڈکٹیٹروں اور عیش پرستوں کے خلاف صف آرا ہوگئے ہیں، جس کو روکنے میں امریکہ اور برطانیہ کی ساری تدبیریں فیل ہوگئی ہیں اور اب حالت یہ ہے کہ عالم اسلام کا ہر نوجوان اپنے لئے حسینی انقلاب کو نمونے کے طور پر دیکھ رہا ہے اور کوشش کررہا

ہے کہ اس کے یہاں بھی ایسا ہی انقلاب رونما ہوجائے جیسا ایران میں ہو چکا ہے، تا کہ معاشرہ چین و اطمینان کی سانس لے سکے اور اسلامی حکومت کے ثمرات سے بہرہ مند ہوسکے۔

جس طرح حسینی جانبازوں کی نگاہ میں بنی امیہ جیسی سپر طاقت کی اہمیت نہ تھی اسی طرح ایرانیوں کی نگاہ میں امریکہ اور یورپ جیسی سپر طاقتوں کی کوئی اوقات نہیں ہے۔ ایرانی انقلاب سے پہلے دنیا میں امریکہ کے خلاف زبان کھولنا بھی جرم سمجھا جاتا تھا مگر آج ایران کے اسلامی انقلاب کی برکت سے لوگوں میں خاص طور پر حکومتوں اور حکمرانوں میں کم سے کم اتنا حوصلہ تو پیدا ہوگیا ہے کہ امریکہ سمیت تمام نام نہاد سپر طاقتوں کی نا انصافیوں اور زیادتیوں کے خلاف چہ می گوئیاں کر لیتے ہیں۔

عالم اسلام منجملہ عالم عرب جیسے جیسے حسینی انقلاب کی افادیت سے روشناس ہوگا ویسے ویسے اپنے معاشرے کو تبدیل کرنے کی کوشش کرے گا اور یہ سلسلہ امام مہدیؑ کے ظہور تک اسی طرح باقی رہے گا۔

منابع

۱۔ بنی امیہ کے زمانے میں جعلی حدیثوں اور قرآنی آیات کی تفسیر بالرائے کا کاروبار اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

۲۔ معصومین کا تعارف، معصوم چہارم، تالیف: سید آیت اللٰہی، ص ۱۴ مطبوعہ قم۔

۳۔ ''استاد مہدی پیشوائی'' سیرۂ پیشوایان، صفحہ ۱۹۲۔۱۹۱ ناشر موسسہ تعلیماتی وتحقیقاتی امام صادقؑ، قم۔

۴۔ ''مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی'' خلافت وملوکیت، صفحہ ۱۴۰، ناشر مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز دہلی۔

۵۔ ''مولانا سید ابوالحسن علی ندوی'' انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، صفحہ ۱۶۳، گیارہواں اڈیشن ۱۹۹۲ء، ناشر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ۔

۶۔ ''ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی'' حادثہ کربلا کا پس منظر اور محقق عصر مولانا محمد عبدالرشید نعمانی کی دو کتابیں صفحہ ۲۰، ناشر مجلس علمی، نئی دہلی، پہلا اڈیشن ۱۹۹۲ء

۷۔ حجۃ الاسلام والمسلمین محمد محمدی اشتہاردی، مصائب آل محمد، ترجمہ مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپالپوری، پہلا اڈیشن ۲۰۰۷ء، ناشر قرآن وعترت فاؤنڈیشن (ممبئی) مجمع جہانی شیعہ شناسی، قم)

۸۔ ''استاد مہدی پیشوائی'' سیرۂ پیشوایان، صفحہ ۲۲۴، ناشر مؤسسۂ تعلیماتی وتحقیقاتی امام صادقؑ، قم۔

۹۔ ''ابن اثیر'' الکامل فی التاریخ، جلد ۳، صفحہ ۷، ناشر دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، دوسرا اڈیشن ۱۹۹۹ء

۱۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''لہوف'' سید بن طاؤس، مترجم مظہر حسین حسینی، صفحہ ۱۰۴۔۱۰۵، ناشر عباس بک ایجنسی لکھنؤ، جون ۲۰۰۲ء

☆